لفظ "ادب" کی تاریخ

بتسل نسیم احمد لیکچرر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج برائے طالبات سوپور کشمیر

لفظ "ادب" کی تاریخ لفظ "علم" اور لفظ "مذہب" کی طرح ارتقائی منازل طے کرتے کرتے ہم تک پہنچی ہے، چنانچہ زمانہ جاہلیت سے بہت پہلے کی ادب کی ادبی تاریخ سے یہی پتہ چلتا ہے لفظ 'ادب' کے قدیم ترین معنی وہی تھے جو لفظ "سنّت" کے ہیں یعنی عادت طرزِ عمل یا وہ طریقہ جو آدمی وراثت میں پائے، جس طرح اسلام میں سنت کے معنی اُس طرزِ عمل کے ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کو وراثت میں ملا ہے۔ یہی معنی والرز اور نالینو نے بھی روایت کیے ہیں۔ ان دونوں کے خیال میں لفظ 'ادب' لفظ 'داب' کا صیغۂ جمع ہے اور 'داب' کے معنی 'عادت' یا 'طرزِ عمل' ہیں اور یہ کہ 'ادب' 'داب' کی ترقی پذیر شکل ہے، بہرحال یہ لفظ "ادب" کے قدیم ترین معنی ہیں۔

اس لفظ کے معنوی ارتقاء کی وجہ سے عملی اور اخلاقی پہلوؤں میں اس کے معنی آسان اور نمایاں تر ہوتے گئے۔ مثال کے طور پر اس کے معنوی دائرے میں یہ چیزیں آتی رہیں: "عمدہ صوفیانہ عادات، عمدہ تربیت، اچھے اخلاق، وغیرہ۔ ظاہر بات ہے اس ارتقاء میں اس تہذیب و تمدن کا بھی اثر تھا جو اسلامی انقلاب اور پہلی و دوسری صدی ہجری میں اسلام اور غیر ملکی روحانی اختلاط کا نتیجہ تھا۔ اس اعتبار سے عباسی دور کے اوائل میں لفظ ادب لاطینی لفظ "اوربینیاس" کا ہم معنی تھا اور "اوربینیاس" کے معنی تھے: شہری زندگی کی عمدگی، عشرت پسندی اور اخلاقِ حسنہ۔ اسلامی تہذیب کے پورے وسطی دور کے دوران لفظ "ادب"

کے یہی معنی سمجھے جاتے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پہلی صدی ہجری کے اواسط میں تک معنی کے ساتھ ساتھ یہ لفظ ایک اور معلمانہ اور متعلمانہ معنی پیدا ہو چکا تھا لیکن بعد میں اس معنی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔

غیر ملکی تہذیبوں کے ساتھ مل جانے کے بعد اس لفظ کے معنی میں کافی وسعت پیدا ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لفظ عربی ادب کے علاوہ ہندی، ایرانی اور یونانی آداب پر بھی دلالت کرنے لگا۔ مثال کے طور پر تیسری صدی ہجری کا ادیب ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ نہ صرف عربی شعر و نثر اور ایامِ و اخبارِ عرب کا عالم تھا بلکہ وہ غیر اسلامی اور غیر عربی روایات و علوم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا مبلغ علم ایران کے مدح و تعریف، قدیم ہندوستانی روایات اور یونانی فلسفوں، اخلاقیات، اقتصادیات اور مذاہب تک مشتمل تھا۔ اس لفظ کی ارتقائی تاریخ کی ترقی میں ابن مقفع کا بڑا ہاتھ ہے جنھوں نے غیر ملکی ادبی اور تاریخی سرمایہ کے تحریری مواد کو عربی شکل دے دی۔ انھوں نے اس ضمن میں "ادب الصغیر" اور "ادب الکبیر" تصنیف کیں۔ یہی ادبی تصانیف عباسی دور کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا سبب بنیں۔

ایک اور زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اسی زمانے میں اس لفظ نے "عمدگی" کے وسیع معنی سے آزادی بھی حاصل کی۔ اب اس کے معنی میں چنداں فرق دکھائی دینے لگا۔ مثلاً "ادب الکاتب" اُس ادب کو کہا گیا جس کا علم کسی سکریٹری کے لیے ضروری تھا اسی طرح "ادب الوزراء" اُس ادب کا نام پڑ گیا جس کا جاننا وزیروں کے لیے ضروری تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ "عمدگی" "شرافت" "انسانی اخلاق" اور دوسری اس قسم کی چیزیں جو خلافتِ راشدہ کے زمانے میں اس کے معنی میں شامل تھیں اس سے یک دم منقطع ہوگئیں اور اس کے معنی ایک دائرۂ علم یعنی انشاء پر دلالت کرنے لگے یا زیادہ وسعت کے ساتھ کہا جائے تو شاعری، الفاظ، حکایات اور دوسری فنی تحریریں اس کے دائرۂ معنی میں داخل ہوگئیں۔ قرونِ دورِ جدید کی نشاۃِ ادب تک اس کے معنی اسی طرح کی باتوں پر دلالت کرتے رہے

دورِ جدید میں ادب سے مراد ادبیات بھی لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً تاریخ الآداب العربیہ سے مراد ہے عربی ادب کی تاریخ اور کلیۃ الآداب سے مراد ہے فن اور ادب کا کالج۔ لیکن طٰہٰ حسین جیسے عالموں کی نظروں میں "ادب" اب بھی قدیم معنوی وسعت کا حامل ہو سکتا ہے۔ مصطفیٰ صادق الرافعی کہتے ہیں "ادبی اعتبار سے یہ لفظ تین ادوار سے گزر چکا ہے اور تینوں ادوار مجموعی زندگی سے متعلق ہیں اور نظری تاریخ کی پیداوار ہیں۔" بہرکیف اگر فرض کیا جائے کہ لفظ "ادب" جاہلی دور میں بھی مستعمل تھا تو یہ بات عیاں ہے کہ اس کے معنی وہی تھے جو اوپر مذکور ہیں یعنی اچھے عادات اور اچھے اخلاق وغیرہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس لفظ کے زبانی استعمال میں ایسی تبدیلیاں آتی رہی ہوں جن سے کسی لفظ کے لغوی معنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ اگر کسی کو ضیافت کے لیے بلانا ہوتا تو یوں بھی کہا جاتا "ادب القوم یادبہم ادباً" اور چونکہ ضیافت کی طرف بلانا ایک ایسا فعل ہے جو اپنے اندر عمدہ اخلاق اور نیکی کا جذبہ لیے ہوئے ہے لہٰذا مطالب کے اعتبار سے یہ بات صحیح ہے۔ اب یہ بات ثابت ہو چکی کہ مذکرہ زمانے میں لفظ "ادب" کا اطلاق ہر اس بات پر ہوتا تھا جو اچھے اخلاق و عادات، شرافت، نزاکت اور عمدگی سے متعلق ہوتی۔

دورِ بنی امیہ میں یہ لفظ زیادہ واضح معنی کے ساتھ سمجھا جانے لگا۔ اس دور میں اساتذہ کی ایک خاص جماعت "المؤدبون" کہلائی جانے لگی۔ اس جماعت کا تعلق علم و ادب سے تھا لہٰذا اسی تعلق کی روشنی میں ان کو یہ نام دیا گیا۔ یوں لفظ "ادب" کے ادبی معنی میں ذرا سی وضاحت اور نکھار آنے لگی۔ اب ادبی تعلیم کے دائرے میں اخبار و انساب عرب، شاعری اور خطابت نگاری کے فنون آتے تھے۔ اور لفظ ادب فقط انہی چار چیزوں پر دلالت کرتا تھا اور یہ اس لفظ کی تاریخ کا تیسرا دور ہے۔

"عقد الفرید" کے مصنف نے عبداللہ بن عیاش کا یہ قول نقل کیا ہے: "مذہب سے آپ کی واقفیت کا مبلغ آپ کی ناواقفی کے مبلغ سے زیادہ ہونا چاہیے، اسی طرح ادب میں بھی"

اس مقولے سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے زمانے میں لفظ "ادب" قرآنی اور مذہبی واسطوں سے وسیع طور پر متعارف تھا اور مستعمل بھی۔ لیکن ابن عباسؓ کے اس مقولے کے ہوتے ہوئے بھی مؤرخین اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ مذکورہ زمانے میں لفظ "ادب" معنوی اصطلاح کے ساتھ معرضِ وجود میں آچکا تھا۔ واضح رہے کہ ان کا سنہ وفات ۶۸ یا ۷۰ ہجری ہے۔ بعد کے ادبی مؤرخ تحقیق کیے بغیر ہی مذکورہ مقولے کو نقل کرتے رہے لیکن ان کے نزدیک بھی یہ بات مشکوک ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے اور جاحظ نے بھی "البیان والتبیین" میں یہی رائے ظاہر کی ہے کہ متذکرہ مقولہ محمد بن علی بن عبداللہ ابن عباس کا ہے۔ یہ "محمد" عباسی دور کے خلیفۂ اول سفاح کے والد تھے اور ۱۲۵ یا ۱۲۶ ہجری میں وفات پا چکے تھے۔

عمر بن دینار کہتے ہیں "میں نے ابن عباس کی مجلس سے بڑھ کر کوئی اور فلاح کی مجلس نہیں دیکھی ہے۔ اچھے بُرے سے متعلق معاملات، شاعری، تاریخ اور بہادری پر اس مجلس میں مباحثے ہوا کرتے۔" یہاں ایک بات قابل غور ہے اگر عمر بن دینار لفظ "ادب" سے متعارف ہوتے یا یہ لفظ اگر عرفِ عام میں ہوتا تو ابن دینار کو مجلس ابن عباسؓ کے مشمولات کا الگ الگ تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی حالانکہ جن مشمولات کا انھوں نے الگ الگ تذکرہ کیا، اصطلاحاً وہ سب ادب کے معنوی دائرے میں آتے ہیں۔

ایک اور نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں علم العرب کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا تھا جن پر آج کل ادب العرب کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا المسعودی نے "مروج الذہب" میں ابن عباسؓ سے روایت کرکے نقل کیا ہے کہ جب ... سے مؤخر الذکر نے اس کی قوم کے بارے میں پوچھا تھا تو ابن عباسؓ نے کہا تھا "اے ... سوہان! تو علم العرب کا بہترین ماہر ہے" اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ... زمانہ ... لفظ "ادب" مستعمل نہیں تھا۔ چنانچہ بعد میں علم العرب کی جگہ ادب العرب ...

دوسری صدی ہجری میں جب کہ 'ادب' کے معنوی حدود کی نشان دہی کی جا چکی تھی یہ لفظ لوگوں کے ایک خاص گروہ "مؤدّبون" کے لیے استعمال کیا گیا اور مؤدّبون کے کام کو صنعۃ الادب کہا گیا۔ پہلا شخص جس نے یہ لفظ استعمال کیا خلیل بن احمد تھا جو علم القوافی والعروض کی روشنی میں مشہور تھا اور ۱۷۵ ہجری میں وفات پا چکا تھا اور یہی لفظ بعد میں ثعلبی نے اپنی کتاب 'المضاف والمنسوب' میں یوں استعمال کیا: حرفۃ الادب آفۃ الادباء۔

تیسری صدی ہجری میں جب شاعروں کی باہمی چشمک سیاسی رنگ حاصل کر چکی تھی تو شعراء کو بھی ادباء کا نام دیا جانے لگا۔ اس طرح لفظ 'ادب' نے تمام علمی میدانوں میں مؤثر تعارف حاصل کر لیا۔ یہی رائے مصطفیٰ صادق الرافعی نے بھی اس لفظ کی تاریخ کے بارے میں ظاہر کی ہے۔ ایک اور دورِ جدید کے مؤرخ اور ناقد ڈاکٹر شوقی ضیف لفظ "ادب" کی تاریخ پر یوں رقمطراز ہیں: "لفظ 'ادب' کی معنوی تاریخ، عرب قومیت کے ارتقا کے ساتھ مربوط و منسلک ہے۔ اس کے معنی میں عین اسی طرح ترقی ہوئی ہے جس طرح کوئی انسان تمدنی ترقی حاصل کرتا ہے، مختلف ادوار میں اس کے معنی بھی مختلف رہے ہیں۔ آج اس لفظ کا اطلاق اس منظوم یا منثور شاہکار پر ہوتا ہے جو سامعین یا قارئین کے وجدان و عواطف کو بہلائے۔"

مطالعہ کرنے اور غور و خوض کرنے کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچتے ہیں اس پر دوبارہ مجموعی طور پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیہ میں یہ لفظ مفقود الخبر ہے۔ صرف یہ لفظ ایک جگہ طرفہ بن العبد، جو صاحبِ معلقہ بھی ہیں، کی شاعری میں ملتا ہے لیکن وہاں اس کے معنی ...نے کے لیے بلانے (الداعی الی الطعام) کے ہیں:

نحن فی المشتاۃ ندعو الجفلی   لا تری الآدب فینا ینتقر [۵]

۵۔ دیوان طرفہ نظم ۵ رقم شعر ۲۶

طرفہ کے اس شعر کے بغیر یہ لفظ دورِ جاہلیہ کے نظم ونثر میں کہیں اور نہیں ملتا لیکن بعد میں پیغمبر اسلام صلعم نے یہ لفظ اس طرح استعمال کیا:

ادبنی ربی فاحسن تادیبی[1]

بعدازاں ایک مخضرمی شاعر سہم بن حنظلہ الغنوی نے اس لفظ کو یوں استعمال کیا ہے:

لا یمنع الناس منی ما اردت ولا اعطیھم ما ارادوا حسن ذا ادبا[2]

اور اس دور میں اگر اس لفظ کو کہیں استعمال کیا بھی گیا ہو تو مذکورہ بالا معنی میں ہی حالانکہ اس کے لیے بھی کوئی کھلی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں۔ نالینو کے خیال میں اس زمانے میں "داب" کے معنی: عمر رسیدہ ہونا، گردشِ روزگار کے ساتھ بدلنا اور آبا و اجداد کی بہادری تھا اگر "دأب" ثلاثی مجرد مانا جائے تو وہ لوگ آداب کو اس کا صیغہ جمع سمجھتے ہوں گے۔ جس طرح .... رأیا کی جمع آراء ہے۔ اب اگر عربوں کے نزدیک آداب کے معنی اچھی عادات واخلاق رہے ہوں تو اچھے آداب واخلاق کی طرف بلانا یعنی دعوة الی المحامد والمکارم زیادہ مناسبت اور قرابت رکھتا ہے نہ کہ کھانے کے لیے بلانا[3]

اموی دور میں اس لفظ نے ایک اور علمی معنی پائے تھے یہی وجہ ہے کہ علم کے ساتھ وابستگی رکھنے والوں کی جماعت کو مؤدّبون کا نام دیا گیا۔ یہ لوگ اس زمانے کے امیروں اور وزیروں کے بچوں کو عربوں کے تہذیب وتمدّن کی ارتقائی تاریخ سکھلاتے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو شاعری، فنِ خطابت اور ایّام وانساب عرب کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ سب اس لیے کیا جاتا تھا تاکہ مذکورہ بالا فنون کو علم کے ساتھ شامل کیا جائے چنانچہ اس وقت علم معنوی اعتبار سے مذہب اسلام، فقہ، تفسیر اور قرآنی واقفیت کا نام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی دور میں ابن مقفع نے

---

[1] النھایة فی غریب الحدیث والاثر لابن اثیر ط القاھرة ج ۱ ص ۳۔

[2] الاصمعیات (طبع دارالمعارف) رقم ۱۲ بیت ۳

[3] تاریخ آداب اللغة العربیة لکارلو نالینو طبع دارالمعارف ص ۱۴۔

اسی طرح حکمت، سیاست اور اخلاقیات پر مشتمل کتابوں کا نام "ادب الصغیر" اور "ادب الکبیر" رکھا۔ اسی معنی کی روشنی میں ابو تمام، متوفی ۲۳۱ھ نے اپنے دیوان کے تیسرے باب کا نام "باب الادب" اور امام بخاری، متوفی ۲۵۶ھ نے بھی صحیح بخاری میں "باب الادب" کا عنوان شامل کر دیا۔ ابن معتز متوفی ۲۹۶ھ نے "کتاب الادب" لکھی۔ اسی زمانے یعنی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں عربی شاعری اور اقوال کو "ادب" کا نام دیا گیا۔ کچھ مصنفوں نے انہی موضوعات پر کتابیں لکھیں اور ان کو کتب ادب کا نام دیا۔ مثلاً جاحظ کی کتاب "البیان والتبیین" جو مشہور اقوال، اشعار، انساب، خطبات اور دیگر نمونہ ہائے علوم پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مبرد، متوفی ۲۸۵ھ کی کتاب "الکامل فی اللغۃ والادب" بھی ہے حالانکہ اس میں "زبان" پر زیادہ بحث کی گئی ہے نہ کہ فصاحت و بلاغت اور تنقید پر جیسا کہ "البیان والتبیین" میں ہے۔ مبرد نے اگلے زمانے کے چند نثری نمونے بھی کتاب میں جمع کیے ہیں چنانچہ وہ کتاب کی ابتدا میں لکھتے ہیں "یہ کتاب ہم نے اس لیے لکھی تاکہ نظم و نثر کے چند شاہکار نمونے محفوظ رکھے جا سکیں اور نصائح، چیدہ خطبات اور فصیح و بلیغ رسائل بھی۔"

اسی معنی و فن کی روشنی میں اور کتابیں بھی لکھی گئیں مثلاً ابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ، کی "عیون الاخبار"، ابن عبد ربہ، متوفی ۳۲۸ھ، کی "عقد الفرید"، الحصری، متوفی ۴۵۳ھ کی "زہر الادب"، ابن قتیبہ کی ہی "ادب الکاتب"، کشاجم، متوفی ۳۵۰ھ، کی "ادب الندیم" اور اس کے علاوہ "ادب القاضی" اور "ادب الوزیر" بھی تصنیف کی گئیں۔ اس کے علاوہ "ادب الحدیث"، "ادب الطعام"، "ادب المعاشرہ" اور "ادب السفر" بھی اسی دور کی پیداوار ہیں۔

تو جہاں تک اس کے معنوی ارتقاء کا تعلق ہے اس نے فرانسیسی لفظ "لٹریچر" جس کا اطلاق ہر اس لفظ پر ہوتا ہے جو زبان کے حدود کے اندر فکر عمیق اور نگاہ حساس کے نتیجے میں تحریر کی جائے، کے معنی پا لیے۔ احمد الشائب نے لفظ "ادب" کی تاریخ کے بارے میں یہ خیال

ظاہر کیا ہے کہ دورِ جاہلیہ میں یہ لفظ مشہور تھا لیکن یہ بات تسلیم کرنے میں [illegible] کیونکہ دورِ جاہلیہ کی تمام تحریریں ہم تک نہیں پہنچ سکی ہیں کیونکہ بیشتر اس سے پہلے ہی ضائع ہو چکی ہیں اور سماجی، سیاسی اور مذہبی انقلابات کے ایک طویل سلسلے کے بعد ہم تک جو اس زمانے کا علمی مواد پہنچ پایا ہے وہ تحریری ہونے کے بجائے زبانی ہے اور ساتھ ہی دورِ جاہلیہ کی ادبیات کی صحت میں شک کی گنجائش بھی موجود ہے اور ایسا کیا بھی گیا ہے۔ طٰہٰ حسین کی کتاب 'فی الادب الجاہلی' اسی تنقیدی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ لفظ خود قرآن مجید میں کہیں نہیں ملتا حالانکہ قرآن مجید کی زبان سب سے فصیح و بلیغ ہے اور ٹھیٹھ قریشی بول چال کی عکاسی کرتا ہے۔ لیکن اس بنیاد پر کہ لفظ 'ادب' قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ہم دورِ جاہلیہ میں اس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ بجائے خود تمام قریشی بول چال کے ذخیرے کا احاطہ نہیں کرتے، لہٰذا ممکن ہے کہ قرآن مجید میں موجود نہ ہونے کے باوجود یہ لفظ قریشی یا غیر قریشی بول چال میں مستعمل رہا ہو کیونکہ قرآن مجید صرف چھ ہزار عربی الفاظ کی تکرار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ پیارے نبیؐ کی ایک مشہور حدیث میں یہ لفظ موجود ہے "ادّبنی ربّی فاحسن تادیبی"۔

لفظِ 'ادب' کی تاریخ کے بارے میں جدید ناقدین کی رائے جاننے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ لفظ عربی الاصل ہے بھی کہ نہیں۔ تو اس کے عربی الاصل ہونے کے حق میں ہمارے پاس دو ثبوت موجود ہیں:

ایک یہ کہ اس کے تینوں حروف یعنی "ا" "د" اور "ب" عربی زبان میں ابتدا سے موجود تھے مثلاً عبدأ، دأب اور ابدأ۔ اور یہ تینوں الفاظ لفظ 'ادب' سے قریبی مماثلت رکھتے ہیں۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ لفظ عربی اور دوسری سامی زبانوں میں سومیری زبان کے ہاں سے داخل ہوا ہے۔ سومیری میں اس کے معنی "انسان" [illegible] ہے کہ عربی میں آ کر "انسان" یعنی آدم نے "ادب" کی شکل اختیار کی ہو۔ [illegible] علم و ادراک

جاہلیین نے اس لفظ کو مختلف معانی میں ہی سہی لیکن استعمال ضرور کیا ہے۔ یہ مشہور حدیث مختلف طریقوں سے مروی ہے مثلاً حضرت علیؓ نے پیارے نبی صلعم سے پوچھا "اے اللہ کے رسول! ہمارے آباؤ اجداد ایک ہی ہیں مگر آپ جو عرب کے مختلف قبیلوں سے بات کرتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھ پاتے" اس کا جواب پیارے نبی صلعم نے ان الفاظ میں دیا "ادبنی ربی فاحسن تادیبی وربیت فی بنی سعد" اس حدیث میں ادب سے مراد تعلیم ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پیارے نبی صلعم کی ایک اور حدیث مروی ہے: ان هذا القرآن مأدبة الله فی الارض فتعلموا من مأدبته" یہاں مأدبة سے مراد ہے 'خزانہ' "ذریعہ" اور 'منبع' مطلب یہ کہ قرآن اُن تمام دروس کا منبع ہے جو انسان کو اچھے اخلاق و عادات سکھاتا ہے اور قرآن انہی چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اس طرح سے ہمارے پاس بیشتر ثبوت اس بات کے حق میں موجود ہیں کہ لفظ 'ادب' دورِ جاہلیہ میں اور اسلام آنے کے بعد مستعمل تھا لیکن اس کے مجموعی معنی اچھے اخلاق اور عمدہ عادات کے سوا کچھ نہ تھے۔ ایک اور ثبوت نعمان بن منذر کا وہ خط ہے جو اس نے کسریٰ کے نام لکھا تھا اور نعمان یوں رقمطراز ہیں: وقد اوفدت ایها الملک رهطاً من العرب لهم فضل فی احسابهم وانسابهم وعقولهم وادابهم" یہ جملہ بھی ہماری بحث میں کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

دورِ بنی امیہ کی طرف دوبارہ نظر کی جائے تو زیاد بن ابیہ بحیثیت امیر اپنی پہلی تقریر میں کہتے ہیں "فادعوا الله بالصلاح لائمتکم فانهم ساستکم المؤدبون لکم" یہاں زیرِ نظر لفظ سے مراد تہذیب ہے جو اچھے اخلاق و عادات سے قریبی علاقہ رکھتا ہے۔ اسی طرح عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کے مؤدب سے کہا "اس کو شعر سکھاؤ تاکہ کامیاب اور عظیم بن جائے" یہاں لفظ تادیب سے مراد تہذیب و تمدن ہے۔ چنانچہ یہ بات نمایاں ہے کہ مؤدبین شاعری، انساب و ایامِ عرب، محاورے، بول چال، بزرگی، اخلاقیات، خوارق عادات بہادری وغیرہ سکھاتے تھے اور ان کو ادیب کہا جاتا۔ لہٰذا ان تمام متذکرہ چیزوں کا نام ادب تھا۔ ان میں سے میدانِ شعر کے ماہر کو شاعر اور میدانِ نثر کے ماہر کو کاتب کہا جاتا۔

تمام قارئین اور متعلق ادارہ ندوۃ المصنفین ، مصنف اور مضمون نگار ان وغیرہ وغیرہ اور حضرت محترم مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی سے عقیدت و خلوص رکھنے والے ان قابل لوگوں سے درخواست ہے کہ مفتی صاحب کے سلسلے میں بہت جلد ان کی زندگی سے متعلق روشنی ڈال کر اور زیادہ قربت رکھنے والے حضرات ان کی سوانح پر بہت جلد مضامین لکھ کر منیجر رسالہ برہان دہلی کے نام ارسال فرمائیں کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کے سلسلے میں ایک ضخیم شاندار معیاری نمبر ان کے کردار اور عظمت کے مطابق شائع ہونے والا ہے اس لیے آپ کو مطلع کیا گیا کہ اس کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں۔

(منیجر)

تفسیر ابن کثیر

۲۵ جلدوں میں مکمل

قیمت دو سو پچاس روپے 250/-

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ برہان ، اردو بازار ، جامع مسجد دہلی